بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات پر اعتراضات کے جوابات

تقریر برموقعہ جلسہ سالانہ یوکے 2011

مکرم عطاء المجیب راشد صاحب امام مسجد فضل لندن

یریدون لیطفئوا نور الله بافواههم والله متم نوره ولو کره الکفرون (سورۃ الصّف آیت 9)

میری آج کی تقریر کا عنوان ہے: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات پر اعتراضات کے جوابات

سامعین کرام!

اللہ تعالیٰ کی ازل سے یہ سنت چلی آئی ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے بندوں کی ہدایت اور راہنمائی کے لئے اپنے فرستادے اور رسول مبعوث فرماتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمانیت اور رحیمیت کے مظہر ہوتے ہیں۔ دوسری طرف یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جب بھی دنیا میں کوئی نبی یا رسول آتا ہے۔ دنیا کے لوگ بالعموم اس کا انکار کرتے اور اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یا حسرةً علی العباد ما یأتیهم من رسولٍ الّا کانوا به یستَهزؤن (سورۃ یٰسٓ آیت 31)

وائے افسوس دنیا کے لوگوں پر کہ جب بھی ان کے پاس خدا کی طرف سے کوئی رسول بھیجا جاتا ہے تو وہ اس کا انکار کرتے ہوئے اس سے ٹھٹھا کرنے لگتے ہیں۔ لیکن اس انکار اور استہزاء کے باوجود خدا کے نبی کا پیغام جو حق وصداقت پر مبنی ہوتا ہے۔ بالآخر دنیا میں پھیلتا اور غالب آتا چلا جاتا ہے۔ جو آیت کریمہ شروع میں تلاوت کی گئی ہے اس میں یہی مضمون بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مخالفین چاہتے ہیں کہ وہ اپنے مونہوں کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھا دیں۔ حالانکہ اللہ ہر حال میں اپنا نور پورا کرنے والا ہے خواہ کافر نا پسند کریں۔

حضرت مسیح پاک علیہ السلام پر اعتراضات کا سلسلہ آپ کی زندگی میں ہی شروع ہو گیا تھا۔ آپ نے ان اعتراضات کے جوابات ساتھ کے ساتھ اپنی کتب میں شائع فرمائے مگر جھوٹ پر زندگی بسر کرنے والے نام نہاد علماء کا گروہ اپنی ڈگر پر قائم رہا اور ان اعتراضات کو نئے نئے رنگ دے کر بار بار دہراتا رہا۔ آج اس دور میں آ کر تو ان علمائے سوء نے شرافت اور اخلاق کا جنازہ نکال دیا ہے۔ گوئبلز کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس دیدہ دلیری اور ڈھٹائی سے جھوٹ بولتے اور بولتے چلے جاتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ کی اس حدیث کی صداقت آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے جس میں آپ نے چودھویں صدی کے ایسے علماء کو آسمان کے نیچے بدترین مخلوق

قرار دیا اور حضرت شیخ محی الدین ابن عربی نے اپنی کتاب فتوحاتِ مکیہ میں فرمایا کہ آنے والے مسیح اور امام مہدی کی سب سے زیادہ مخالفت کرنے والے اُس زمانہ کے یہی خود ساختہ اور نام نہاد علماء ہوں گے۔

آج مسلمان شرفاء کی ایک بڑی تعداد ان کے جال میں پھنسی ہوئی ہے جن کو یہ لوگ جھوٹے اعتراضوں کے ذریعہ احمدیت کے آسمانی نور سے دور رکھنے میں کوشاں ہیں۔ جھوٹ کو شیرِ مادر کی طرح پینے والوں نے تو اپنے دلوں پر، اپنے کانوں پر اور اپنی آنکھوں پر ضلالت اور تکذیب کے پردے ڈال رکھے ہیں۔ خدا اُن کو بھی ہدایت دے لیکن آج ہمارے اولین مخاطَب وہ شریف النفس مسلمان بھائی ہیں جو سچے دل سے حق کے متلاشی ہیں اور یہ جاننا چاہتے ہیں کہ جو اعتراضات حضرت بانیء سلسلہ عالیہ احمدیہ پر کئے جاتے ہیں ان کی اصل حقیقت کیا ہے؟

اعتراضات کی طرف جانے سے قبل یہ نکتہ قابلِ توجہ ہے کہ مخالفین کا یہ کہنا کہ چونکہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام پر بے شمار اعتراضات کئے جاتے ہیں اس وجہ سے وہ اپنے کسی بھی دعویٰ میں سچے نہیں۔ سوال یہ ہے کہ جن گزشتہ نبیوں کو یہ مخالفین سچا سمجھتے ہیں اور من جانبِ اللہ یقین کرتے ہیں۔ کیا ان کی زندگیاں مخالفین کے اعتراضات سے محفوظ تھیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر وہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اعتراضات ہوتے ہیں اس لئے وہ اپنے دعویٰ میں سچے نہیں۔ حق یہ ہے کہ محض اعتراض کا ہونا کسی سچے کی صداقت کو داغدار نہیں کرتا۔

تاریخ عالم گواہ ہے کہ دنیا میں آنے والا ہر سچا نبی مخالفین کے اعتراضات کا نشانہ بنا۔ اگر مخالفین کے سب اعتراضات کے باوجود گذشتہ سب نبی سچے تھے اور یقیناً سچے تھے تو اسی اصول کے مطابق بانیء جماعت احمدیہ حضرت مسیح پاک علیہ السلام بھی مخالفین کی ہر ہرزہ سرائی کے باوجود اللہ تعالیٰ کے ایک سچے نبی ثابت ہوتے ہیں۔ اور آپ کی صداقت غیر معمولی شان کے ساتھ ثابت ہوتی ہے۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا ہے:

''میں بار بار کہتا ہوں اگر یہ تمام مخالف مشرق اور مغرب کے جمع ہو جاویں تو میرے پر کوئی ایسا اعتراض نہیں کر سکتے کہ جس اعتراض میں گزشتہ نبیوں میں سے کوئی نبی شریک نہ ہو''

(تتمہ حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 575)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی ذات اقدس پر کئے جانے والے اعتراضات پر ایک اجمالی نظر کی جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ یہ اعتراضات ہرگز سچائی اور دیانت داری پر مبنی نہیں۔ بلکہ ان

کے پیچھے احمدیت کی اندھی عداوت، بغض اور شرارت کارفرما ہے۔ مخالفینِ احمدیت جب احمدیت کی تائید میں قرآن مجید اور احادیثِ نبویہ کے ٹھوس دلائل کے جوابات سے عاجز آ جاتے ہیں تو پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات پر اعتراضات کرنے شروع کر دیتے ہیں۔ اس مذموم کوشش میں وہ قرآنی اصولوں سے ہٹ کر خود ساختہ معیاروں کو اپناتے ہیں۔ حوالہ جات میں تحریف کے علاوہ ان کو سیاق وسباق سے الگ کر کے پیش کرتے ہیں۔ مسیح پاک علیہ السلام کی اپنی بیان فرمودہ تشریحات کو پڑھنے کے باوجود اپنے جھوٹ پر ڈٹے رہتے ہیں۔ اعتراض کرتے ہوئے اس بات کی بھی قطعاً پرواہ نہیں کرتے کہ ان کی زد قرآن مجید اور حبیب خدا، محمد مصطفیٰ ﷺ پر پڑتی ہے۔ احمدیت کی روز افزوں ترقیات دیکھ کر ان کی حالت یہ ہو چکی ہے کہ مایوسی اور حسد کی آگ نے ان کا اندرونہ خاکستر کر دیا ہے۔ نہایت بے باکی اور گستاخی سے دن رات اپنے نامہء اعمال کو سیاہ کرتے چلے جا رہے ہیں۔ درحقیقت وہ اپنے عمل سے خدائی پکڑ کو دعوت دے رہے ہیں۔ احکم الحاکمین خدا ان کو پکڑے گا اور ضرور پکڑے گا۔ ہم اپنے محبوب آقا محمد عربی ﷺ کی اقتداء میں یہی کہتے ہیں کہ :

اللّٰھمَّ اھد قومی فانھم لا یعلمون

حضرات! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی پر، آپ کے بیان کردہ عقائد پر، آپ کے الہامات پر، آپ کی پیشگوئیوں پر اور آپ کی تحریرات پر بے شمار اعتراضات کئے جاتے ہیں۔ لیکن تقریر کے موضوع اور وقت کی مناسبت سے میں صرف چند ایسے اعتراضات کو لوں گا جو آپ کی ذاتِ اقدس سے تعلق رکھتے ہیں۔

☆ ایک اعتراض آپ کے نام کے حوالہ سے کیا جاتا ہے کہ آپ کا نام مرزا غلام احمد ایک مرکب نام ہے جبکہ نبی کا نام مفرد ہونا لازمی ہے۔ یہ اعتراض ایک خود ساختہ اصول پر مبنی ہے جس کا ذکر نہ قرآن مجید میں ہے اور نہ حدیث میں۔ ظاہر ہے کہ محض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت میں تراشے گئے اس اعتراض کی کوئی بھی حیثیت نہیں۔ ویسے بھی یہ سوچنے کی بات ہے کہ بھلا نبی کے نام کے مرکب یا مفرد ہونے سے اس کی نبوت یا صداقت کا کیا تعلق؟ علاوہ ازیں واقعاتی طور پر بھی یہ بات بالبداہت غلط ہے۔ کیا ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں میں سے ہر ایک کا نام مفرد تھا؟ ہرگز نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید میں جن انبیاء کے نام واضح طور پر مذکور ہیں وہ بھی سب مفرد نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام، حضرت ذوالکفل علیہ السلام اور حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم کے اسماء مرکب ہیں بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا چار لفظوں سے مرکب نام تو

خود خدا تعالیٰ کا رکھا ہوا ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا امتیازی نام احمد ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی الہامات میں آپ کو یَا اَحْمَدُ کے الفاظ سے مخاطب فرمایا ہے۔

☆ ایک اعتراض آپ پر یہ کیا جاتا ہے کہ آپ نے ملازمت اختیار کی جبکہ یہ بات شانِ نبوت کے خلاف ہے۔

اس اعتراض کی بنیاد بھی ایک خود ساختہ اصول پر ہے۔مخالفین نے یہ بات کہاں سے بنالی کہ نبی کیلئے ملازمت اختیار کرنا جائز نہیں۔قرآن اور حدیث میں تو ایسا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ بلکہ دیکھا جائے تو قرآن وحدیث میں اس کی تردید میں معین مثالیں نظر آتی ہیں۔حضرت یوسُف علیہ السلام کے نوکری کرنے کا ذکر قرآن مجید میں ملتا ہے بلکہ اس حد تک ذکر ہے کہ عزیز مصر کی طرف سے ملازمت کی پیشکش ہونے پر خود اپنی خواہش سے مالیات کے شعبہ کا انتخاب کیا۔

دوسری مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہے۔قرآن مجید میں ذکر ہے کہ انہوں نے اپنے خسر کے ملازم کے طور پر آٹھ دس سال تک بکریاں چرانے کا معاہدہ کیا اور پھر اس کو پورا کیا۔

اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بھی دعویء نبوت سے قبل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے تجارتی معاملات کی نگرانی فرماتے رہے۔علاوہ ازیں چھوٹی عمر میں معمولی معاوضہ لے کر اہل مکہ کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ یہ حدیث بخاری شریف میں ان الفاظ میں مذکور ہے۔

کُنتُ ارعَاھَاعلی قراریطَ لاھلِ مکّۃَ۔

ان واضح مثالوں کی موجودگی میں ملازمت پر اعتراض کرنا بالکل بے بنیاد اور بے سند ہے۔

جہاں تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چار سال تک سیالکوٹ کی ایک عدالت میں کام کرنے کا تعلق ہے یہ آپ کی اپنی مرضی اور خواہش سے نہ تھا بلکہ محض اپنے والد محترم کے پرزور اصرار پر، ان کے حکم کی اطاعت کے طور پر تھا۔ایک گھریلو ملازم نے ایک دفعہ آپ سے پوچھا کہ کیا آپ کو یہ ملازمت پسند ہے تو فرمایا ''قید خانہ ہی ہے''۔ یہ عرصہ آپ نے بہت مجبوری سے گزارا۔مگر نہایت پاکدامنی اور دیانت داری سے اپنی ذمہ داری ادا کرتے رہے۔اور جونہی آپ کو والد صاحب کی طرف سے واپسی کی اجازت ملی آپ فوراً ملازمت چھوڑ کر قادیان واپس آ گئے۔

☆ ایک اور اعتراض جس کی بازگشت بکثرت سنائی دیتی ہے آپ کے تعلیم پانے سے متعلق ہے۔ اس اعتراض کی بنیاد اس مفروضہ پر اٹھائی جاتی ہے کہ جس کو خدا نبی کے طور پر بھیجتا ہے وہ کسی کا شاگرد نہیں ہوتا اور نہ کسی سے تعلیم پاتا ہے جبکہ حضرت مرزا صاحب نے متعدد اساتذہ سے تعلیم پائی۔

یہ اعتراض **بناء الفاسد علی الفاسد** کی بہترین مثال ہے۔ معترضین کا پہلا مفروضہ ہی غلط ہے کہ نبی کسی کا شاگرد نہیں ہوتا اور وہ کسی سے علم حاصل نہیں کرتا۔ معترضین یہ بات بھول جاتے ہیں کہ جملہ انبیاء کرام میں سے ہمارے آقا و مولیٰ، ہادیء کامل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ وہ واحد نبی ہیں جن کی امتیازی صفت **النبیّ الامّی** بیان ہوئی ہے۔ اگر یہی بات کسی اور نبی کے لئے تسلیم کی جائے تو آپ ﷺ کا امتیازی نشان اور انفرادیت قائم نہیں رہتی۔ ہمارے مخالفین کی نادانی کی انتہا ہے کہ جس امتیاز کو اللہ تعالیٰ نے رسول مقبول ﷺ کے ساتھ مخصوص فرمایا، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نشانہء اعتراض بنانے کے لئے وہ اسی خصوصی امتیاز کو جملہ انبیاء کے نام لگا رہے ہیں!

یہ خودساختہ مفروضہ واقعاتی اعتبار سے بھی بالکل غلط ہے۔ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ مذکور ہے۔ آپ نے حضرت خضر سے کہا تھا:

هَل اتبعک علی ان تُعَلِّمَنِی مما عُلِّمتَ رُشداً (سورۃ الکہف آیت 67)

کیا میں اس غرض سے آپ کی پیروی کرسکتا ہوں کہ آپ مجھے وہ علم پڑھائیں جو آپ کو سکھایا گیا ہے۔ اور پھر ایک عرصہ تک آپ ان کے ساتھ رہ کر تعلیم حاصل کرتے رہے۔ پھر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بارہ میں بخاری شریف میں ذکر ہے: **تعلّم العربیة منهم**

کہ انہوں نے جُرہم قبیلہ کے افراد سے عربی زبان سیکھی۔ (بخاری کتاب الانبیاء)

ویسے بھی پڑھا لکھا ہونا منصب نبوت کے ہرگز خلاف نہیں۔ حضرت موسیٰ، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت عیسیٰ اور حضرت ادریس علیہم السلام کے پڑھے لکھے ہونے کا ذکر احادیث اور تفاسیر کی کتب میں ملتا ہے۔ پس یہ کہنا کہ نبی تعلیم نہیں پاتا خود اپنی جہالت پر مہر لگانے والی بات ہے۔

امرِ واقعہ یہ ہے کہ حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے کسی سکول یا کالج میں باقاعدہ تعلیم حاصل نہیں کی۔ البتہ قرآن مجید، صرف ونحو، منطق اور حکمت کے چند ابتدائی اسباق بعض اساتذہ سے لئے لیکن روحانی امور میں آپ کا معلّمِ حقیقی آپ کا خدا تھا جس نے آپ کو قرآن مجید کے گہرے مطالب اور علم ومعرفت کے خزانے عطا فرمائے۔ عربی زبان کے 40 ہزر مادے ایک رات میں سکھا دیئے۔ الغرض آپ نے جملہ علوم ومعارف براہِ

راست اللہ تعالیٰ سے پائے اور اپنے آقا ومقتداء حضرت محمد عربی ﷺ کی شاگردی کی برکت سے روحانیت کے سب اسرار آپ کو عطا فرمائے گئے۔آپ نے کیا خوب فرمایا ہے:

دگر استاد را نامے ندانم
کہ خواندم در دبستانِ محمدؐ

سچی بات یہ ہے کہ حقیقت میں میرا کوئی اور استاد نہیں۔ میں نے جو کچھ پایا وہ سب کا سب اپنے آقا محمد عربی ﷺ کی درسگاہ سے پایا ہے!

☆ ایک اور اعتراض بہت شد و مد سے اٹھایا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فریضہ حج کیوں ادا نہیں کیا؟

جہاں تک بیت اللہ کے حج کا تعلق ہے جماعت احمدیہ، اسلام کے ایک بنیادی رکن کے طور پر اس پر کامل یقین رکھتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہزارہا احمدی اس فریضہ کو ادا کرنے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں جن میں مسیح پاک علیہ السلام کے دو خلفاء ،آپ کے صحابہ اور جماعت احمدیہ کے بزرگان شامل ہیں لیکن یہ بھی یاد رہے کہ یہ فریضہ بعض شرائط سے مشروط ہے جیسا کہ قرآن مجید نے من استطاع الیہ سبیلاً میں فرمایا ہے۔اس کی وضاحت کرتے ہوئے مسیح پاک علیہ السلام نے فرمایا ہے:

''حج کرنے کے واسطے صرف یہی شرط نہیں کہ انسان کے پاس کافی مال ہو بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ کسی قسم کے فتنہ کا خوف نہ ہو۔ وہاں تک پہنچنے اور امن کے ساتھ حج ادا کرنے کے وسائل موجود ہوں''

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 248)

علماء کے فتاویٰ قتل کی وجہ سے چونکہ حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے لئے امن اور حفاظت کے ساتھ حج ادا کرنے کی صورت میسر نہ تھی۔مختلف عوارض کی وجہ سے آپ کی صحت بھی اس لمبے سفر کی متحمل نہ ہوسکتی تھی۔اس وجہ سے آپ پر حج کرنا ان حالات میں فرض نہ تھا اور اپنے محبوب آقا ومقتداء ﷺ کا بابرکت نمونہ بھی آپ کے پیش نظر تھا کہ جب کفار مکہ نے آپؐ کو مکہ میں داخلہ سے قبل حدیبیہ کے مقام پر روک لیا تو آپؐ اِس وجہ سے کہ اب بحفاظت پرامن طریق پر جانے کی صورت نظر نہیں آتی ، زبردستی آگے نہیں بڑھے اور وہیں سے واپس ہو گئے۔اس اسوہء رسول کی روشنی میں حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے بھی خود فریضہء حج ادا نہیں فرمایا البتہ آپ کی

طرف سے حاجی احمد اللہ صاحب نے حج بدل ادا کرنے کی سعادت حاصل کی۔

ہمارے مخالفین کو یہ بھی یاد رہے کہ شریعت کے جو احکام شرائط سے مشروط ہوتے ہیں۔ اگر کوئی شخص شرائط پوری نہ ہونے کی وجہ سے وہ نہ کر سکے تو وہ ہرگز مورد الزام نہیں ہوتا۔ کوئی ان معترضین سے پوچھے کہ کیا رسول پاک ﷺ نے کبھی زکوٰۃ ادا کی؟ اگر ان کا جواب ہو کہ آپ ﷺ پر آپ کی فیاضی اور سخاوت کی وجہ سے صاحبِ نصاب ہونے کی شرط کبھی پوری ہی نہیں ہوئی اس لئے آپ ﷺ نے زندگی بھر زکوٰۃ ادا نہیں فرمائی تو اس اعتراض کے حوالہ سے ہمارا جواب بھی وہی ہے جو ان کا جواب ہے۔

☆ حضرت اقدس کی ذات پر کئے جانے والے اعتراضات میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے شعر کہے ہیں جبکہ شعر کہنا انبیاء کا طریق نہیں۔

معترضین کا طریقہ ءواردات بہت عجیب ہے۔ پہلے خود ہی ایک اصول وضع کر لیتے ہیں اور پھر مسیح پاک علیہ السلام کی ذات کو نشانہ ءاعتراض بنا کر کہنے لگ جاتے ہیں کہ چونکہ یہ بات اس اصول کے خلاف ہے اس لئے آپ اپنے دعویٰ میں سچے نہیں ہو سکتے۔ کوئی ان سے پوچھے کہ کیا شعر کہنا قرآن وحدیث کی رو سے منع ہے؟ وہ اس کی کوئی دلیل نہیں دے سکتے۔ دراصل یہ ایک خود تراشیدہ معیار ہے جو اپنی ذات میں ہی رد کرنے کے لائق ہے۔

اس موضوع پر بات ہو تو بعض لوگ تحریف سے کام لیتے ہوئے ایک آیت کا نصف حصہ بطور ثبوت پیش کرتے ہیں کہ

وَمَا علّمنا ہ الشِعْرَ وَما ینبغی لَه' (سورۃ یٰسٓ آیت 20)

کہ ہم نے اس رسول کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ ہی اسے زیب دیتا تھا۔ اگر وہ دیانتداری سے پوری آیت پر نظر کرتے تو کیا ہی اچھا ہوتا اور پورا مضمون کھل کر سامنے آجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ان ھــو الّا ذکــر'' و قــرآن'' مبیــن''

یہ تو محض ایک نصیحت ہے اور واضح قرآن ہے۔ اس آیت میں قرآن مجید کے شعر ہونے کی نفی کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ وضاحت کر دی ہے کہ یہ قرآن کریم کسی شاعر کا کلام نہیں۔ گویا نہ رسول مقبول ﷺ شاعر ہیں اور نہ ہی قرآن مجید شعر ہے۔ دراصل عربی محاورہ میں شعر کا لفظ جھوٹے کلام کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ انہی معنوں میں اس الزام کا رد کیا گیا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام میں بھی

ہرگز کوئی جھوٹ شامل نہیں ہے۔

اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ شاعری ایک خوبصورت اندازِ بیان اور خدا داد ملکہ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے بھی فرمایا ہے انَّ مِن الشعرِ لَحِکمۃً کہ بعض شعر حکمت پر مشتمل ہوتے ہیں۔حضرت حسان بن ثابت دربار نبوی کے شاعر تھے اور رسول پاک ﷺ کی موجودگی میں اپنا پرحکمت کلام سنایا کرتے تھے۔خود رسول پاک ﷺ نے بھی بعض موقعوں پر شعری انداز میں پرحکمت ارشادات فرمائے۔غزوہ ءحنین کے موقع پر آپ نے فرمایا:

انا النبی لا کذب　　انا ابن عبد المطّلب

ایک اور موقع پر فرمایا:

ان انتِ الّا اصبع'' دُمَیتِ　　و فی سبیل اللہ مَا لقیتِ

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا شعری کلام بھی اسی سنت نبوی کی طرز پر، حکمت و دانائی اور نیک مقصد پر مشتمل تھا۔آپ نے کیا خوب فرمایا ہے:

کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلق　　اس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدعا یہی ہے

☆　حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی ذات کے حوالہ سے اٹھائے جانے والے بہت سے اعتراضات ایسے ہیں جو بشری کمزوریوں، طبعی عوارض اور بیماریوں سے تعلق رکھتے ہیں۔آج کل کے علماءسوءان باتوں کو کذب بیانی اور مبالغہ کے ساتھ ، شوخی کے اس انداز میں بیان کرتے ہیں کہ لگتا ہے کہ ان بدنصیب لوگوں کے دل پر خدا کے خوف اور تقویٰ کا سایہ تک نہیں پڑا۔

ان اعتراضات کو الگ الگ لینے سے قبل یہ بنیادی بات سمجھنے کے لائق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سب نبی بشریت میں دیگر سب انسانوں کی طرح ہوتے ہیں۔قرآن مجید میں کتنا واضح اعلان آنحضرت ﷺ کی زبانی کروایا گیا کہ قل انّما انا بَشَر'' مثلکم (سورۃ الکہف آیت 111) کہ اے لوگو! میں تمہاری طرح کا ایک انسان ہوں۔پس اگر ایک نبی کو بعض صورتوں میں دیگر انسانوں کی طرح بعض عوارض لاحق ہو جائیں تو اس پر اعتراض کرنے کا ہرگز کوئی جواز نہیں۔بھلا ان نادانوں سے کوئی پوچھے کہ کیا ہمارے پیارے آقا، حبیب خدا ﷺ بشری تقاضے کے تحت بعض جسمانی عوارض میں سے نہیں گزرے تھے؟ کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت ایوب علیہ السلام پر بیماری کے ادوار نہیں آئے تھے؟ بہت ہی جاہل اور نادان ہوگا جو ان باتوں کو وجہ اعتراض بنائے۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے لئے تو یہ عوارض وجہ اعتراض کی بجائے آپ کی صداقت کا نشان ہیں ۔حدیث میں آتا ہے کہ ہمارے پیارے آقا محمد عربی ﷺ نے فرمایا ہے کہ آنے والا موعود مسیح دو زرد چادروں میں ظہور فرمائے گا۔علم تعبیر کی رو سے زرد چادروں سے مراد دو بیماریاں ہیں اوران بیماریوں کو سچے مسیح موعود کی علامت قرار دیا گیا ہے۔آپؑ نے خود وضاحت فرمائی ہے کہ ان میں سے ایک بیماری دوران سر کی تکلیف ہے اور دوسری ذیابیطس کی۔ پس حدیث نبوی کی رو سے جو بات دلیل ہے آپ کی صداقت کی، اس پر معترضین کا اعتراض کرنا خود ان کی لاعلمی اور نادانی نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا یہ اعتراض اصدق الصادقین کی سچی پیشگوئی کا کھلم کھلا انکار نہیں؟

حضرات! یہاں ایک ضمنی لیکن اہم بات قابل ذکر ہے کہ جب اعتراضات کے جواب میں ہم اپنے پیارے آقا محمد مصطفیٰ ﷺ کے ارشادات اور آپ کی مبارک زندگی کو بطور مثال پیش کرتے ہیں تو یہ بات ہمارے معاندین کو بہت ہی ناگوار گزرتی ہے۔ بجائے اس کے کہ ان مثالوں کو سن کر ایک سچے مومن کی طرح سر تسلیم خم کر دیں اور اپنی غلطی کو تسلیم کر کے خاموش ہو رہیں، یہ لوگ کہنے لگ جاتے ہیں کہ تم لوگ رسول پاک ﷺ کی مثالیں کیوں دیتے ہو؟ بات یہ ہے کہ ہم تو اُسی محبوب ہستی کی مثالیں دیں گے اور اسی کے ارشادات کا حوالہ دیں گے جو حبیب کبریا ہے، جو اسوہء حسنہ ہے اور ہمارا سب سے زیادہ پیارا اور محبوب آقا ہے۔ ہم تو یہی کریں گے اور کرتے رہیں گے ولو کرہ الکافرون ہاں اگر انہیں محبوب خداؐ کی مثالوں سے چڑ ہے تو یہ ان کی بدنصیبی ہے۔

جسمانی عوارض کے سلسلہ میں ایک الزام یہ لگایا گیا ہے کہ نعوذ باللہ آپ کو مراق یعنی جنون تھا۔ حالانکہ یہ بات کلیتہً بے بنیاد ہے۔حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے کسی جگہ یہ نہیں فرمایا کہ آپ کو مراق کا عارضہ تھا۔ دوسروں کا کہنا کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ انبیاء کے دشمن تو ہمیشہ نبیوں کو یہی الزام دیتے آئے ہیں۔

أئنا لتارکوا اٰلھتنا لشاعر مجنون (سورۃ الصفت آیت 37)

آج اگر دشمنانِ احمدیت بھی یہی الزام دہراتے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں۔

طبی لحاظ سے مراق کا شمار امراض خبیثہ میں ہوتا ہے یعنی ایسے امراض جو لوگوں کے لئے نفرت کا موجب ہوں جیسے جنون۔ مالیخولیا اور جذام وغیرہ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ان امراض خبیثہ سے حفاظت کا وعدہ دے رکھا تھا۔ آپ نے تحریر فرمایا ہے:

''اس (خدا) نے مجھے براہین احمدیہ میں بشارت دی کہ ہر یک خبیث عارضہ سے تجھے محفوظ رکھوں گا''

(اربعین نمبر 3۔روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 419)

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس وعدہ کے مطابق آپ کو ان امراض سے محفوظ رکھا۔اور یہ امر آپ کی صداقت کا نشان ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں نسیان کے بعض واقعات کا ذکر ملتا ہے۔لیکن یہ بات ایسی ہے جو منصب نبوت کے ہرگز خلاف نہیں ۔ میں اس جگہ ایک بار پھر رسول مقبول ﷺ کی مثال دوں گا جس سے دشمنانِ احمدیت کو چڑ ہے لیکن ہمارے لئے سند اور حجّت اگر کوئی مثال ہے تو وہ رسول اکرم ﷺ کی ہے۔آپؐ کی حیات طیبہ میں نماز پڑھاتے وقت رکعات کی تعداد میں کمی بیشی کا ذکر ملتا ہے۔پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کان یُخیّل الیہ انّہ یَفْعَل الشیئَ وَمَایَفْعَلُہ (بخاری کتاب بدءالخلق) کہ کئی دفعہ آپ کو خیال گزرتا تھا کہ گویا کوئی کام کرلیا ہے حالانکہ آپ نے وہ نہ کیا ہوتا تھا۔خود رسول پاک ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا: انما انا بشر انسٰی کما تنسون (مسند احمد) کہ میں بھی تو ایک انسان ہوں۔تمہاری طرح بعض اوقات میں بھی بھول جاتا ہوں۔ پس اس بات کو وجہِ اعتراض بنانا محض تعصب اور نادانی ہے۔

حضرات! جھوٹ اور مبالغہ تو مخالفینِ احمدیت کی گھٹی میں پڑا ہے۔جس اعتراض کو دیکھو اس میں جھوٹ ۔جس الزام پر نظر کرو اس میں مبالغہ۔ ذرا ایک اور مثال دیکھئے۔ یہ ظالم مخالفینِ احمدیت حضرت مسیح پاک علیہ السلام پر الزام لگاتے ہیں کہ آپ کو دن میں سو سو بار پیشاب کی حاجت ہوتی تھی۔ اصل حقیقت خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ سے خوب واضح ہو جاتی ہے کہ ایسا کبھی کبھی ذیابیطس کی شدت میں ہوتا تھا نہ کہ ہر روز کا معمول۔لیکن معاندین احمدیت کو تسلی نہیں ہوتی جب تک ہر بات میں جھوٹ اور مبالغہ کو شامل نہ کرلیں۔

سامعین کرام! مخالفینِ احمدیت کے بے بنیاد اعتراضات کے تناظر میں سب سے اہم اور قابل غور بات یہ ہے کہ بشری عوارض کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے مسیح اور مہدی کو کس طرح غیر معمولی رنگ میں فعال اور

مفید زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائی ۔آپ کا مقصد احیائے اسلام اور اشاعتِ دینِ متین تھا۔ اس مقصد کی خاطر عملاً آپ کی زندگی کا لمحہ لمحہ وقف تھا۔

خدائے رحیم وکریم نے آپ کی دونوں بیماریوں کو آپ کی صداقت کا نشان بنا دیا اور پھر مزید کرم یہ ہوا کہ آپ کو آقائے نامدار محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرح بیماریوں کے بد اثرات سے محفوظ رکھا۔ کوئی بیماری آپ کی خدمتِ اسلام کی راہ میں روک نہ بن سکی۔ خدمت اسلام کی غیر معمولی اور نمایاں توفیق آپ کو عطا ہوئی ۔صرف ایک پہلو کا اشارہ کرتا ہوں ۔ اسلام کے دفاع میں آپ کو 90 کے قریب بلند پایہ تصانیف کی توفیق ملی ۔آپ زندگی کے آخری مرحلہ تک تصنیف کے کام میں مصروف رہے۔آپ نے ان کتب کا ایک ایک لفظ اپنے دستِ مبارک سے تحریر فرمایا۔ اس قلمی جہاد میں غیر معمولی کامیابی کے ساتھ جب آپ دنیا سے رخصت ہوئے تو مخالفین نے آپ کو ایک فتح نصیب جرنیل کے الفاظ سے یاد کیا۔ **کیا یہ سب امور خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے آپ پر غیر معمولی فضل اور آپ کی صداقت کا روشن نشان نہیں؟**

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

☆ اسلامی تعلیم تو یہ ہے کہ ہمیشہ دوسروں کی نیکیوں اور خوبیوں کی تلاش میں رہو لیکن مخالفین احمدیت اس خدائی حکم کے بالکل برعکس حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی زندگی کے ایک ایک گوشے میں جھانک کر خرابیوں اور قابل اعتراض باتوں کی تلاش میں رہتے ہیں ۔اُس مکھی کی طرح جو اچھی ، صاف اور پاکیزہ چیزوں کو چھوڑ کر غلاظت پر منہ مارتی ہے۔ ظاہر ہے کہ تعصب کی آنکھ سے دیکھنے والوں کو ہر بات قابل اعتراض نظر آتی ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایسی حیات طیبہ عطا فرمائی جس کو آپ نے ایک عظیم الشان دلیل کے طور پر پیش فرمایا ہے۔ آیت کریمہ **فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون** کو بنیاد بناتے ہوئے آپ نے کس تحدی سے بیان فرمایا ہے:

"تم کوئی عیب افتراء یا جھوٹ یا دغا کا میری پہلی زندگی پر نہیں لگا سکتے ۔ تا تم یہ خیال کرو کہ جو شخص پہلے سے جھوٹ اور افتراء کا عادی ہے یہ بھی اس نے جھوٹ بولا ہوگا۔ کون تم میں ہے ۔ جو میری سوانح زندگی میں کوئی نکتہ چینی کرسکتا ہے۔ پس یہ خدا کا فضل ہے کہ جو اس نے ابتداء سے مجھے تقویٰ پر قائم رکھا اور سوچنے والوں کے لئے یہ ایک دلیل ہے"۔

(تذکرہ الشہادتین ۔روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 64)

اس امر کا برملا اعتراف اُس زمانہ کے عمائدین نے بھی کیا۔ بچپن کی حالت میں آپ کو ایک ولی اللہ اور صاحب کرامت بزرگ غلام رسول صاحب نے دیکھا تو فرمایا:

''اگر اس زمانہ میں کوئی نبی ہوتا تو یہ لڑکا نبوت کے قابل ہے''

(حیات طیبہ صفحہ 11)

مشہور مسلمان لیڈر مولوی ظفر علی خان ایڈیٹر زمیندار کے والد منشی سراج الدین صاحب نے گواہی دی:

''ہم چشم دید شہادت سے کہہ سکتے ہیں کہ جوانی میں بھی نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے''

(اخبار زمیندار مئی 1908)

اور جب آپ بانیلِ مرام اس دنیا سے رخصت ہوئے تو مشہور اخبار وکیل امرتسر نے لکھا:

''کیریکٹر کے لحاظ سے مرزا صاحب کے دامن پر سیاہی کا چھوٹے سے چھوٹا دھبہ بھی نظر نہیں آتا۔ وہ ایک پاکباز کا جینا جیا اور اس نے ایک متقی کی زندگی بسر کی''

(اخبار وکیل امرتسر 30 مئی 1908)

حضرات! یہ منہ بولتی گواہیاں ہیں جو آپ کی صداقت اور پاک زندگی پر گواہ ہیں۔ اور مخالفین کے سب اعتراضات کا منہ توڑ جواب ہیں۔

☆ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرز زندگی اپنے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرح بہت سادہ اور تکلفات سے پاک تھی۔ خدا کے پاک لوگوں کا یہی انداز ہوتا ہے۔ وہ دنیا میں ہوتے ہوئے بھی اس دنیا کے باسی نہیں ہوتے۔ وہ اپنی پاکیزہ سوچوں کے ساتھ کاموں میں ہمہ وقت اس قدر گم رہتے ہیں کہ بسا اوقات چھوٹی چھوٹی باتیں نظر انداز ہو جاتی ہیں جبکہ دنیا دار لوگ اپنے لباس کی تراش خراش اور زیب و زینت میں الجھے رہتے ہیں۔

معاندینِ احمدیت نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں اس نوعیت کے چند واقعات پر بھی طعن و تشنیع کی ہے مثلاً یہ کہ بعض اوقات جوتا پہنتے وقت جوتا الٹا پہنا گیا یا قمیض کے بٹن اوپر نیچے لگ گئے۔ عقل مند شریف انسان تو ان باتوں کو طبیعت کی سادگی اور محویت سے تعبیر کرے گا۔ یہی تو خدا تعالیٰ کے مقربین کی علامت ہے۔ انقطاع الی اللہ کی پاکیزہ حالت کی وجہ سے دنیاوی رکھ رکھاؤ سے بے نیاز ہوتے ہیں۔ محویت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ انہیں ان باتوں کی طرف ذرا بھی توجہ نہیں ہوتی۔ قرآن مجید میں رسول پاک ﷺ کی زبان مبارک سے یہ اعلان مذکور ہے کہ ما انا من المتكلفين (سورۃ صٓ آیت 87) کہ میں تکلف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں اور یہی بات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اسوہ مبارکہ میں نظر آتی ہے۔ آپ کا طرز عمل دنیاوی

تکلفات سے بہت بالا تھا۔مگر کم ظرف ناقدین ہیں کہ ایسی باتوں کو اچھالتے رہتے ہیں اور اس طرح خود ہی اپنی پست ذہنیت کی پردہ دری کرتے ہیں۔

☆ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات کے خلاف ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ ایک موقع پر حضرت مسیح پاک علیہ السلام امرتسر میں تقریر فرما رہے تھے۔ یہ رمضان کا مہینہ تھا اور آپ نے تقریر کے دوران چائے پی لی۔ اس اعتراض کا سیدھا سادھا جواب یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ کے مطابق سفر میں روزہ نہیں رکھا جاتا۔قرآن مجید میں بھی واضح حکم ہے اور بخاری ومسلم میں واضح حدیث ہے

لیس من البرّ الصیام فی السفر

کہ سفر کی حالت میں روزہ رکھنا نیکی نہیں۔خود رسول مقبول ﷺ کی سنت مبارکہ سے بھی یہی بات ثابت ہے۔ بخاری میں مذکور ہے کہ ماہ رمضان میں رسول پاک ﷺ سفر میں تھے تو آپ نے پانی کا برتن دونوں ہاتھوں سے بلند فرمایا تاکہ سب لوگ آپ کو پانی پیتا دیکھ لیں (بخاری کتاب الصیام) حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے اپنے آقا ومطاع ﷺ کی سنت پر عمل فرمایا تو پھر اس پر اعتراض کیسا؟

یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک موقع پر بائیں ہاتھ سے پانی پیا اور یہ بات شرعی احکام کے خلاف ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک بنیادی اصول بیان فرمایا ہے کہ لا یکلف اللہ نفساً الّا وسعھا (البقرۃ آیت 287) کہ اللہ کسی جان پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتا۔پس اگر کوئی بات ایسی ہو کہ کوئی شخص واقعی اسے بجا نہ لاسکتا ہو تو اس پر حرف گیری کا کوئی جواز نہیں بنتا۔

امر واقعہ یہ ہے کہ چھوٹی عمر میں گرنے کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دائیں ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی اس وجہ سے آپ کو پانی کا برتن اٹھانے میں دقت تھی۔اس جائز مجبوری کی وجہ سے اگر آپ نے کسی موقع پر بائیں ہاتھ سے پانی پی لیا تو اس پر کیا اعتراض؟

(سیرت المہدی حصہ اول روایت نمبر 187)

☆ حضرات! بعض چھوٹے چھوٹے اعتراضات کو چھوڑتے ہوئے اب ہم ان اعتراضات کی طرف آتے ہیں جن کا تعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال سے ہے۔یہ وہ اعتراضات ہیں جو مخالفینِ احمدیت شرم و حیا اور خدا خوفی کے دامن کو تار تار کرتے ہوئے بہت بدزبانی سے کرتے ہیں۔

☆ اس ضمن میں پہلا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ آپ کا الہام تھا کہ ''ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں'' لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس جگہ حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے یہ الہام درج کیا ہے اسی جگہ ساتھ ہی یہ وضاحت بھی کر دی ہے کہ:

''اس کے یہ معنی ہیں کہ قبل از موت مکی فتح نصیب ہوگی جیسا کہ دشمنوں کو قہر کے ساتھ مغلوب کیا گیا تھا۔ اسی طرح یہاں بھی دشمن قہری نشانوں سے مغلوب کئے جائیں گے۔ دوسرے یہ معنی ہیں کہ قبل از موت مدنی فتح نصیب ہوگی۔ خود بخود لوگوں کے دل ہماری طرف مائل ہو جائیں گے۔''

(تذکرہ صفحہ 503 الہام 14 جنوری 1906)

حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے جو تشریح خود بیان فرمائی ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے پورا فرما دیا۔ اس تشریح کو چھوڑ کر اس پر اعتراض کرنا جانتے بوجھتے حق وصداقت اور انصاف کا خون کرنا ہے۔

☆ پھر کہا جاتا ہے کہ آپ نے لکھا تھا کہ میری عمر 80 سال ہوگی لیکن ایسا نہیں ہوا۔ یہ بھی جھوٹ اور مغالطہ کی ایک شرمناک مثال ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا کہ ثمانین حولاً او قریباً من ذالک (تذکرہ صفحہ 149) کہ تیری عمر 80 سال یا اس کے قریب ہوگی۔ پھر ایک اور الہام میں یہ وضاحت آئی کہ ''اسّی یا اس پر پانچ چار زیادہ یا پانچ چار کم'' (حقیقۃ الوحی صفحہ 100)

امر واقعہ یہ ہے کہ ان الہامی خبروں کے عین مطابق حضرت مسیح پاک علیہ السلام کا وصال 75-76 سال کی عمر میں ہوا۔

☆ پھر ایک اعتراض حضرت اقدس کی وفات کی جگہ کے حوالہ سے کیا جاتا ہے جو سرتا پا جھوٹ اور بے بنیاد ہے۔ اس کا مختصر جواب قرآنی الفاظ میں یہ ہے:

ھذا بھتان عظیم اور لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

کسی بھی واقعہ میں چشم دید گواہوں کی شہادت کی اولیت قانون کی دنیا میں ایک مسلم اصول ہے۔ حضرت اقدس کے بسترِ علالت پر وصال اور اُس وقت کی کیفیت کے بارہ میں خاندان کے بزرگ افراد اور صحابہ کرام کی عینی گواہیاں پوری تفصیل کے ساتھ تاریخ احمدیت میں مذکور ہیں اور اُس وقت سے شائع شدہ ہیں۔ اس کے باوجود جھوٹ اور افتراء کی نجاست پر منہ مارنے والوں پر رسول مقبول ﷺ کا یہ ارشاد صادق آتا ہے

كفٰى بالمرء كذباً ان يحدّث بكل ما سمع (صحیح مسلم)

کہ کسی کے جھوٹے ہونے کا یہ ثبوت بہت کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو آگے بیان کرتا چلا جائے۔ پس یہ افتراء گھڑنے والا بھی اس حدیث کے مطابق جھوٹا ہے اور اس افتراء کو آگے پھیلانے والے بھی۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مخالفین احمدیت کا یہ افترائے عظیم بالکل اسی انداز کا ہے جو ایک معاند اسلام نے رسول پاک ﷺ کے بارہ میں بیان کیا ہے۔ اس کا ذکر علامہ شیخ رشید رضا سابق مفتی مصر نے اپنی کتاب الوحی المحمدی صفحہ 18 پر کیا ہے۔ یہ بھی ایک عجیب خدائی تصرف ہے کہ اس غلیظ اور جھوٹا الزام لگانے میں مخالفینِ احمدیت اور معاندینِ اسلام میں ایک قدرِ مشترک پیدا ہوگئی ہے جو **تشابهت قلوبهم** کی ایک عبرتناک مثال ہے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ حضرت مسیح پاک علیہ السلام کا وصال کس بیماری سے ہوا؟ اس کا فیصلہ ان معالجین اور تجربہ کار ڈاکٹروں سے بہتر اور کون کرسکتا ہے جو آپ کی خدمت پر مامور تھے۔ یہ بات قطعی اور یقینی ہے کہ آپ کا وصال وبائی ہیضہ سے ہرگز نہیں ہوا۔ کیونکہ اول تو جب آپ کا وصال ہوا تاریخی طور پر ان دنوں پنجاب میں یہ وبا نہیں تھی اور نہ ہی اس وجہ سے کسی شخص کے مرنے کا ریکارڈ میں ذکر ہے۔ دوسرے یہ کہ وبائی ہیضہ کی کوئی علامت بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں نہ تھی۔ تیسرے اس بات کا قطعی ثبوت آپ کے معالجین ڈاکٹر سدرلینڈ پرنسپل میڈیکل کالج لاہور اور ڈاکٹر کننگھم سول سرجن لاہور کے جاری کردہ وہ سرٹیفکیٹ ہیں جن میں پوری وضاحت سے ذکر ہے کہ آپ کی وفات کی وجہ اسہال سے ہونے والی اعصابی کمزوری تھی نہ کہ ہیضہ۔ یہ دستاویزات اس بارہ میں قولِ ناطق ہیں جن کے بعد کسی اعتراض کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

لیکن بُرا ہو اندھی مخالفت اور تعصب کا کہ اُس زمانہ کے مخالفین نے شرارت کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی نعش مبارک قادیان لے جانے کے لئے لاہور کے ریلوے سٹیشن لائی گئی تو شر پسند مخالفین نے سٹیشن ماسٹر کو کہا کہ چونکہ مرزا صاحب کی وفات وبائی ہیضہ سے ہوئی ہے اس لئے ان کی نعش قانونی طور پر بذریعہ ٹرین نہیں جاسکتی۔ سٹیشن ماسٹر نے یہ بات سن کر وقتی طور پر انکار کر دیا لیکن جب معالج ڈاکٹرز کا جاری کردہ سرٹیفکیٹ پیش کیا گیا تو اس نے فی الفور اجازت دیدی اور جنازہ بذریعہ ٹرین لاہور سے روانہ ہوا۔ یہ سارا واقعہ اس اعتراض کو رد کرنے اور مخالفین کے منہ بند کرنے کے لئے بہت کافی ہے۔

اعتراضات کا ایک اصولی جواب

حضرات! چند اہم اعتراضات کے الگ الگ جوابات تو ہو چکے لیکن سب اعتراضات کا ایک اصولی اور

منطقی جواب بھی ہے جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی ذات اقدس پر نئے سے نئے اعتراض کرنے والو! ذرا اس بات پر تو غور کرو کہ جو وجود تمہاری کوتاہ نگاہوں میں قابل اعتراض ہے اور تمہاری نظر میں اس قابل نہیں کہ منصبِ نبوت پر فائز ہو۔ کیا اللہ تعالیٰ کی نظر میں بھی وہ ویسا ہی تھا؟ نہیں نہیں بلکہ تمہارے خیالات میں اور علاّم الغیوب خدا کے محبت بھرے سلوک میں ایک بیّن فرق نظر آتا ہے جو اپنے اندر ایک اعجازی شان رکھتا ہے۔

مسیح پاک علیہ السلام کی ساری زندگی ایک کتابِ مفتوح کی طرح دنیا کے سامنے ہے۔ دنیا کے لوگوں نے تو آپ پر طرح طرح کے اعتراضات کئے۔ آپ کے خلاف بدزبانی کی۔ گالیاں دیں۔ کفر کے فتوے دیئے۔ آپ کی مخالفت میں ہر ممکن جتن کیا۔ آپ کو ذلیل و رسوا کرنے کے لئے ہر ممکن حیلہ استعمال کیا اور یہ سلسلہ شروع دن سے لے کر آج تک جاری ہے۔ دیکھنے والی بات یہ ہے کہ نتیجہ کیا ہوا؟ کون جیتا اور کون ہارا؟ روحانی بصیرت سے محروم لوگوں کے سوا ہر شخص پر یہ حقیقت آفتابِ نصف النہار کی طرح واضح ہے کہ احمدیت کے سب دشمن، سچے مسیح محمدیؑ کے مقابل پر اپنی ساری تدبیروں میں خائب و خاسر رہے۔ ان کے سب عمائدین جن کو وہ پہاڑوں جیسی شخصیتوں سے تعبیر کرتے تھے وہ سب ناکام و نامراد رہے۔ وہ سب مل کر بھی مسیح موعود علیہ السلام کے بڑھتے ہوئے قدموں کو نہ روک سکے۔ اللہ تعالیٰ کا فرستادہ اور محبوب بندہ ہر میدان میں کامیاب اور سب دشمنوں پر غالب رہا۔ قدم قدم پر وہ خدا کی محبت اور نصرت کے سایہ میں محفوظ و مامون رہا۔ دشمنوں کے ہر وار کے مقابل پر خدا تعالیٰ نے ہر میدان میں اس کی حفاظت فرمائی۔

☆ خدا تعالیٰ نے اسے کہا کہ میں تجھے عزت و اکرام دوں گا اور تجھے عجیب طور پر بزرگی عطا کروں گا۔ دیکھو! آج دنیا میں کروڑوں عشاقِ اسلام اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ وہ آپ کے غلاموں میں شامل ہیں!

☆ خدا نے فرمایا کہ میں تجھے زمین کے کناروں تک شہرت دوں گا۔ دیکھو! آج عالم احمدیت پر سورج غروب نہیں ہوتا!

☆ خدا نے وعدہ دیا کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ ہم نے یہ وعدہ پورا ہوتے بارہا اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے!

کس کس بات کا ذکر کیا جائے اور کس کس نشان کا حوالہ دیا جائے۔ حق یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ساری زندگی اللہ تعالیٰ کی حفاظت، اسکی تائید و نصرت اور اس کے محبت بھرے سلوک کے سایہ میں بسر ہوئی۔ آپ نے کیا خوب فرمایا ہے:

ابتداء سے تیرے ہی سایہ میں میرے دن کٹے
گود میں تیری رہا میں مثلِ طفلِ شیر خوار

جس شخص کی یہ کیفیت ہو اور ساری زندگی واقعاتی شواہد سے بھری پڑی ہو۔ کیا اس کے خلاف ان اعتراضات کا کوئی بھی عقلی جواز ہو سکتا ہے؟

اے منکرو! اگر تمہارے دل میں ذرہ برابر بھی سچائی اور خدا کا خوف ہے تو سچ بتاؤ کہ کیا خدا تعالیٰ کا یہ محبت بھرا سلوک، ساری زندگی اس کی تائید و نصرت اور اللہ تعالیٰ کی یہ فعلی شہادت اس بات کا قطعی اور یقینی ثبوت نہیں کہ امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدا کے سچے فرستادہ اور مؤیّد من اللہ تھے؟

اے مخالفو! پھر سوچو اور غور کرو کہ جب خدا تعالیٰ نے اپنے محبت بھرے سلوک اور مسلسل تائید و نصرت کے ذریعہ آپ کی صداقت ثابت کر دی تو پھر کیا تمہارے یہ سب اعتراضات خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت کا کھلم کھلا انکار نہیں؟

مسیح پاک علیہ السلام کس تحدی اور جلال سے فرماتے ہیں:

اس قدر نصرت کہاں ہوتی ہے اک کذاب کی
کیا تمہیں کچھ ڈر نہیں ہے، کرتے ہو بڑھ بڑھ کے وار
ہے کوئی کاذب جہاں میں لاؤ لوگو کچھ نظیر
میرے جیسی جس کی تائیدیں ہوئی ہوں بار بار

اختتامیہ

سامعین کرام! حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی ذات بابرکات پر کئے جانے والے چند اعتراضات کے جوابات عرض کرنے کا موقع ملا ہے۔ خدا کرے کہ یہ آواز ان لوگوں کے دلوں پر دستک دے جو نام نہاد علماء کے جھوٹے پروپیگنڈا کی وجہ سے ہدایت قبول کرنے سے رکے ہوئے ہیں۔ اور خدا کرے کہ یہ آواز ان معترضین کے ضمیر کو بھی جھنجھوڑنے میں کامیاب ہو سکے جو ظلمت اور گمراہی کی تاریک وادیوں میں بہت دور جا چکے ہیں۔

نصیحت کرنا ہمارا فرض ہے اس لئے میں ان مخالفین سے کہتا ہوں کہ دیکھو اور کان کھول کر سنو کہ خلیفہء وقت کے ایک اشارہ پر اٹھنے والی اور ایک فرمان پر بیٹھنے والی عالمگیر جماعت احمدیہ، خلافت احمدیہ کے زیر سایہ شاہراہ ء غلبہ اسلام پر کس برق رفتاری سے آگے سے آگے بڑھتی چلی جا رہی ہے اور مشرق و مغرب اور شمال و جنوب میں بندگان خدا کے دل جیت کر ان کو اللہ تعالیٰ اور رسول پاک ﷺ کے آستانہ پر جھکاتی چلی جا رہی ہے۔ سعادت مند لوگ تو خلافتِ احمدیہ کے عافیت بخش سایہ کے نیچے آ رہے ہیں اور ایک تم ہو۔ اے بدقسمت مخالفینِ احمدیت! کہ حسد کی آگ میں جل کر کوئلہ ہوتے جا رہے ہو۔ کاش تم اس حقیقت کو سمجھو اور دلوں میں جگہ دو کہ حقیقی نجات غلامِ محمد مصطفیٰؑ کی اُس آواز کو قبول کرنے میں ہے جو اللہ تعالیٰ کے اذن سے قادیان کی گمنام بستی سے بلند ہوئی اور آج اس کی بازگشت 200 ملکوں میں سنائی دے رہی ہے۔

اے لوگو! اس محبت بھرے انتباہ پر بھی کان دھرو کہ یہ کلمات اس برگزیدہ فرستادہ کے ہیں جس کو خدا تعالیٰ نے رسول پاک ﷺ کی غلامی میں زمانے کا امام بنایا۔ آپ فرماتے ہیں:

''جو شخص خدا تعالیٰ کے مامور کی مخالفت کرتا ہے وہ اس کی نہیں بلکہ حقیقت میں وہ خدا کی مخالفت کرتا ہے۔ یاد رکھو خدا تعالیٰ اگرچہ سزا دینے میں دھیما ہے مگر جو لوگ اپنی شرارتوں سے باز نہیں آتے اور بجائے اس کے کہ اپنے گناہوں کا اقرار کر کے خدا تعالیٰ کے حضور جھک جائیں، الٹے خدا تعالیٰ کے رسول کو ستاتے اور دکھ دیتے ہیں، **وہ آخر کار پکڑے جاتے ہیں اور ضرور پکڑے جاتے ہیں**''۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 413-412)

بالآخر میں اپنی تقریر کا اختتام رسولِ مقبول ﷺ کے عاشقِ صادق، حضرت امام الزمان مسیح موعود علیہ السلام کے پُر شوکت الفاظ سے کرتا ہوں۔

آپ فرماتے ہیں:

''میں محض نصیحتاً لِلہ مخالف علماء اور ان کے ہم خیال لوگوں کو کہتا ہوں کہ گالیاں دینا اور بدزبانی کرنا طریق شرافت نہیں ہے۔ اگر آپ لوگوں کی یہی طینت ہے تو خیر آپ کی مرضی۔ لیکن اگر مجھے آپ لوگ کاذب سمجھتے ہیں تو آپ کو یہ بھی تو اختیار ہے کہ مساجد میں اکٹھے ہو کر یا الگ الگ میرے پر بددعائیں کریں اور رو رو کر میرا استیصال چاہیں پھر اگر میں کاذب ہوں گا تو ضرور وہ دعائیں قبول

ہو جائیں گی اور آپ لوگ ہمیشہ دعائیں کرتے بھی ہیں ۔لیکن یاد رکھیں کہ اگر آپ اس قدر دعائیں کریں کہ زبانوں میں زخم پڑ جائیں اوراس قدر رو روکر سجدوں میں گریں کہ ناک گھس جائیں اور آنسوؤں سے آنکھوں کے حلقے گل جائیں اور پلکیں جھڑ جائیں اور کثرت گریہ وزاری سے بینائی کم ہو جائے اور آخر دماغ خالی ہو کر مرگی پڑنے لگے یا مالیخولیا ہو جائے تب بھی وہ دعائیں سنی نہیں جائیں گی کیونکہ میں خدا سے آیا ہوں ۔ جو شخص میرے پر بددعا کرے گا وہ بددعا اسی پر پڑے گی ۔ جو شخص میری نسبت یہ کہتا ہے کہ اُس پر لعنت ہو وہ لعنت اس کے دل پر پڑتی ہے مگر اس کو خبر نہیں‘‘ ۔

(اربعین نمبر 4، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 472-471)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین